Lesson 4: Hud (Ayaat 84- 101): Day 16

سُوۡرَةُ هُود کی تفسیر

اب پچھلے لوگوں کی مثال دی؛

وَيٰقَوۡمِ لَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شِقَاقِىۡۤ اَنۡ يُّصِيۡبَكُمۡ مِّثۡلُ مَاۤ اَصَابَ قَوۡمَ نُوۡحٍ اَوۡ قَوۡمَ هُوۡدٍ اَوۡ قَوۡمَ صٰلِحٍ‌ ؕ وَمَا قَوۡمُ لُوۡطٍ مِّنۡكُمۡ بِبَعِيۡدٍ ﴿۸۹﴾

اور اے برادران قوم، میرے خلاف تمہاری ہٹ دھرمی کہیں یہ نوبت نہ پہنچادے کہ آخر کار تم پر بھی وہی عذاب آکر رہے جو نوحؑ یا ہودؑ یا صالحؑ کی قوم پر آیا تھا اور لوطؑ کی قوم تو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔

آپ دیکھیں کہ خطیب الانبیاء کا خطاب کیوں ملا۔ انداز دیکھئیے کتنا پیارا ہے۔ ہم تو کب کا give up کر کے گھر جا چکے ہوتے۔ کہ کون بُرا بنے۔ لیکن ادھر دیکھیے اصلاح کی آخری کوشش۔ اس بگڑے کو سنوارنا ہے۔ اس اُدھڑے کو سینا بھی ہے۔ نیا کپڑا سینا بہت آسان ہوتا ہے لیکن سلا ہوا خراب کپڑا ٹھیک کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

نبیوں کا یہ حال تھا کہ اللہ اُنہیں بگڑی ہوئی قومیں دیتا ہے۔ ان کے بخیے اُدھڑ چکے ہوتے ہیں۔ اس آیت میں پچھلی قوموں کی مثالیں دے کے کہتے ہیں کہ دیکھو یہ چار قومیں وہ تھیں جن پر عذابِ استحصال آیا تھا۔ استحصال کیا ہے "جڑ کٹنے والا"۔ جڑوں سے اُکھیڑ دیا۔ کہا کہ تم میری دشمنی میں میری مخالفت کر رہے ہو کیوں کہ تمہارے مال پہ زد پڑ رہی ہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی کی مخالفت، اللہ والے کی مخالفت مول لو اور قومِ لوط یا اور دوسری قوموں کی طرح تم پر بھی عذاب آجائے۔

قومِ مدین سے بالکل قریب کا علاقہ تھا، قومِ لوط کا بھی۔ بحرِ مُردار آج بھی موجود ہے۔ عمورا اور صدوم نام کی بستیاں آج بھی موجود ہیں جہاں تک حضرت لوطؑ آئے۔ زمانے کے اعتبار سے بھی دیکھیں تو دونوں قوموں میں ہزاروں سال کا نہیں بلکہ چند سو سال کا فرق تھا۔ اور اس طرح سمجھایا جا رہا ہے کہ جس نے اللہ کی طرف بُلانے والے کی طرف ذاتی دُشمنی رکھی۔ عناد، بُغض رکھا اور دین کی دعوت ٹُھکرا دی اور کہا کہ دین والوں کی وجہ سے ہم نے دین چھوڑ دیا تو دین والوں کا کچھ نہیں جائے گا، اُنکا معاملہ اللہ کے ساتھ۔

دین کی دعوت کو کسی انسان کی خاطر اختیار کرنا اور انسان کی خاطر چھوڑ دینا بہت خطرناک ہے۔ دعوت دینے والے کا نقصان نہیں ہوتا لیکن تعصب کی بنیاد پر اس دعوت کو ٹھکرانے والے خود کو برباد کرتے ہیں۔ اور اتنی کڑوی باتیں سُن کر لوگوں سے اتنی باتیں کون کرتا ہے جس کے دل میں درد ہوتا ہے۔ آپ اپنے بچے کی آخری حد تک اصلاح کرتے ہیں لیکن کسی کے بچے کے لیئے آپ اُس طرح کوشش نہیں کرتے۔ آپ کسی کے بچے کو ڈانٹیں اور وہ آگے سے بدتمیزی کرے تو آپ کہتے ہیں چلو بھاگ جاؤ۔ کئی سٹوڈنٹس بہت مشکل ہوتے ہیں۔ ایک سسٹر نے کہا کہ ایک بچہ ہے وہ ہر کوشش کے باوجود نہیں پڑھ رہا تو کیا اُسے نکال دیں۔ تو میں نے کہا رہنے دیں، کبھی تو پڑھے گا۔

تو یاد رکھیئے کہ لوگوں کی اصلاح کے لیئے بڑا حوصلہ اور محبت چاہیئے ہوتی ہے۔ جب آپ اپنے بچے جیسی محبت، اُمت کے بچوں سے کریں گے پھر حضرت شعیبؑ کی طرح تڑپیں گے۔ اپنے مسائل کو حل کرنا سکھا رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں کہ میری مخالفت نہ کرو ورنہ تمہیں اللہ کی پکڑ آئے گی۔ کتنا درد والا انداز

ہے شِقَاقِیٓ ۔شک،عداوت۔میری مخالفت تمہیں نہ اُکسائے کہ تم اللہ کی پکڑ میں آ جاؤ۔اور جو پچھلے گناہ کر چکے ہو اُس پہ آیت 90

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

دیکھو! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے" ۔

سورۃ ھود میں بار بار توبہ کا ذکر ہے۔گناہوں کی معافی، پلٹ آؤ، عبادات میں، اطاعت میں جہاں کمی ہو گئی ہے۔اُسکے دامنِ رحمت میں پناہ لے لو۔وہ بڑا رحم کرنے والا اور ودود ہے۔ودود فاعول سے ہے۔مبالغہ کا صیغہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔پیار کرنے والی ذات۔اللہ تعالیٰ تم سے بہت پیار کرتا ہے۔اب آپکو اس میں حضرت شعیبؑ کی دردمندی دِکھی لیکن قوم کی بے حسی اس جواب سے دِکھتی ہے جو اگلی آیت میں ہے؛

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾

انہوں نے جواب دیا "اے شعیبؑ، تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تو ہمارے درمیان ایک بے زور آدمی ہے، تیری برادری نہ ہوتی تو ہم کبھی کا تجھے سنگسار کر چکے ہوتے، تیرا بل بوتا تو اتنا نہیں ہے کہ ہم پر بھاری ہو" ۔

حضرت شیبؑ کی باتیں انہیں کیوں نہیں سمجھ آرہی تھیں، تجارت تو خوب سمجھتے تھے۔ اس لیئے کہ ذہن کا سانچہ بگڑا ہوا تھا۔ سوچوں کے زاویے بدلے ہوئے تھے۔ سیدھی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ آج بھی وہ باپ جو دن رات کمانے میں لگے ہوئے ہیں، آپ اُنہیں کہیں کہ تجوید سیکھ لیں، کہتے ہیں ہمیں نہیں سمجھ آتی۔ ترجمہ یا گرائمر کی بات کریں تو کہتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ اور عمل کی بات کریں تو کہتے ہیں یہ آج کے دور میں کیسے ممکن ہے۔

یہی بات اِدھر نظر آتی ہے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان ذہنی خلاء ہے۔ جسکو آپ جیز یشن گیپ بھی کہہ سکتے ہیں۔ دولت مند طبقہ، دین دار طبقے سے مینٹل گیپ محسوس کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان مولویوں کو کیا پتہ کہ ہمارے کیا معاملے ہیں۔ اتنے بڑے بڑے بینکوں سے ہمارے معاملات ہیں، اب ہم وہاں جا کے اپنے اسلامی قانون دے دیں۔ یہاں یہ بات ہے۔ ذہن نہیں ملتے تھے۔ ملتے بھی کیسے؟ وہ تجارت پیشہ لوگ تھے۔ سارا دن دینا کی باتیں کرتے تھے۔ اور نبی اُن کو آخرت کی باتیں سکھاتے تھے۔ اب دھمکیوں پہ اُتر آئے۔ وَإِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيفًا۔ تم تو ہمارے مقابلے کے نہیں ہو۔ نبیوں کا کتنا حوصلہ تھا۔ اتنے طعنے سُن کے کوئی کھڑا رہتا ہے۔

یہاں سے ایک اور بات سمجھیئے کہ جس وقت یہ سورۃ اُتر رہی تھی اُس وقت نبی کریمؐ اور صحابہ کو بالکل اسی طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ وہی مکی دور کے تین ادوار کو یاد کرلیں۔ سودے بازیوں کا دور تھا۔ کچھ لو اور بات ختم کرو۔ پچھلی قوموں کے واقعات جس تواتر کے ساتھ بار بار آرہے ہیں یہ صرف تکرار نہیں ہے۔ نبی کریمؐ کو اُس دور میں جن مسائل کا سامنا تھا اُسی سے متعلق واقعات پیش کیے جارہے ہیں۔ نبی کریمؐ اور صحابہ کی دل جوئی کی جارہی ہے۔

یہاں حضرت شعیبؑ کے خاندان اور قبیلے کی حمائیت کی بات کیوں ہوئی؟ کیوں کہ اللہ کے نبی کو بھی ایسے ہی حالات کا سامنا تھا۔ بنو ہاشم کے سردار ابو طالب تھے۔ نبیؐ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپؐ کا بچپن اُنکے سائے میں گزرا۔ پورا خاندان آپکو بنی ہاشم کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں پاتا تھا۔ اُس وقت اگر ابو طالب کی بجائے ابو لہب سردار ہوتا تو اللہ کے نبی کو کبھی وہ حمایت نہ حاصل ہوتی۔ مشرکینِ مکہ نے جب بھی اللہ کے نبی کو کچھ کہنے کی کوشش کی ابو طالب سامنے آ گئے۔ ابو طالب ایک دیوار تھے نبی کریمؐ کے سامنے۔ تو کہہ رہے ہیں کہ اے شعیبؑ اگر تو ہماری برادری کا نہ ہوتا تو ہم تمہیں مارتے۔ بالکل یہی حالات نبی کریمؐ کے ساتھ تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ ابو طالب اگر یہ تمہارا بھتیجا نہ ہوتا تو ہم انہیں کب کا مزہ چکھا چکے ہوتے۔

ایک موقع پر تو اُن ظالموں نے یہاں تک کہہ دیا۔ بڑا خوبصورت واقعہ ہے، خوبصورت اس لیئے کہ کفر کتنا عیار بنتا ہے لیکن بیوقوف ہے۔ جب ابو طالب کو نبی کریمؐ کے خلاف کرنے کی ہر طرح کی کوششیں کر لیں اور وہ دونوں نہ مانے۔ تو ایک دن غالباً ولیدِ بن مُغیرہ آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو طالب تمہیں یہ بھتیجا اپنے بیٹے کی طرح لگتا ہے تو یہ لو خاندان کا سب سے خوبصورت بچہ ہم تمہیں دیتے ہیں اور اپنا بھتیجا ہمارے حوالے کر دو۔ تو ابو طالب نے بڑا خوبصورت جواب دیا، کہنے لگے اچھا، تم اپنا بچہ مجھے دو جسے میں بیٹا بنا کے پالوں اور تم میرا بیٹا لو اور اُسے قتل کر دو۔ مجھ سے یہ اُمید نہ رکھنا۔ ہم آج کس دین کی باتیں کرتے ہیں۔ اُن کو تو اس حد تک آزمایا گیا کہ اگر خاندان کے نہ ہوتے تو تمہیں مزہ چکھا دیتے۔ اللہ نے ابو طالب کی صورت میں نبیؐ کو ایک قلعہ دیا تھا۔

اب حضرت شعیبؑ کہتے ہیں؛

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَهۡطِىۡۤ اَعَزُّ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذۡتُمُوۡهُ وَرَآءَكُمۡ ظِهۡرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۹۲﴾

شعیبؑ نے کہا "بھائیو، کیا میری برادری تم پر اللہ سے زیادہ بھاری ہے کہ تم نے (برادری کا تو خوف کیا اور) اللہ کو بالکل پس پشت ڈال دیا؟ جان رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔

یعنی اللہ کو پسِ پُشت ڈالا ہوا ہے، اُسے مانتے نہیں ہو اور خاندان، برادری کی دھمکیاں دیتے ہو۔ یہ بھی انسان کی نفسیات کا ایک عجیب پہلو ہے۔ آج ہم بھی اللہ کو اپنا خالق، مالک ماننے کا دعوٰہ کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی دنیا کے کاموں میں مگن رہتے ہیں۔ اللہ کو ہم نمازیں پڑھ کے خوش کرنا چاہتے ہیں، لوگوں کو دنیا میں خوش کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت شعبؑ کا یہاں خاندان کے مقابلے میں اللہ کا ذکر کرنا کیا بتاتا ہے؟ کہ تمہاری برادری یہ ہے اور میری برادری اللہ ہے۔ اللہ سے محبت کے ساتھ مجھے جو ساتھی ملے ہوئے ہیں مجھے وہ زیادہ پیارے ہیں۔ اسلیئے تم برادری سے ڈرتے ہو، میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اِنَّ رَبِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ۔ یقیناً میرا اللہ تم سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اب آخر میں ایک نصیحت بھری ڈانٹ ہے۔

وَيٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ اِنِّىۡ عَامِلٌ ؕ سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ يَّاۡتِيۡهِ عَذَابٌ يُّخۡزِيۡهِ وَمَنۡ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارۡتَقِبُوۡۤا اِنِّىۡ مَعَكُمۡ رَقِيۡبٌ ﴿۹۳﴾

اے میری قوم کے لوگو، تم اپنے طریقے پر کام کیے جاؤ اور میں اپنے طریقے پر کرتا رہوں گا، جلدی ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلت کا عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ چشم براہ ہوں"

میرے خلاف جو کرنا ہے کرو، چالیں چلو، مجھ پہ الزامات لگواؤ، لیکن میں بھی انتظار کروں گا۔ چیلنج کا انداز ہے۔ سورۃ الانعام میں بھی ہم نے پڑھا تھا کہ جب مکہ کے حالات بگڑے تو مکہ میں بھی حق و باطل کی کشمکش تھی۔ بے چینی تھی۔ تو اب دھمکی دے دی کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ یہ وہ آخری دھمکی ہوتی ہے جس کے بعد پھر عذاب آتا ہے۔ ان آیتوں میں لفظ آیا ظِهْرِيًّا۔ ظهر کہتے ہیں پشت کو اور ظهريا کہتے ہیں بھولا بِسرا۔ جسکو پیچھے ڈالا ہو۔ مطلب کیا ہے کہ تم نے اُسے کم تر درجہ دیا۔ اب عذاب آنے کی کیفیت دیکھیں؛

وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا شُعَيۡبًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۙ ﴿۹۴﴾

آخرکار جب ہمارے فیصلے کا وقت آگیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیبؑ اور اس کے ساتھی مومنوں کو بچالیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک سخت دھماکے نے ایسا پکڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے۔

كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ﴿۹۵﴾

گویا وہ کبھی وہاں رہے بسے ہی نہ تھے سنو! مدین والے بھی دور پھینک دیے گئے جس طرح ثمود پھینکے گئے تھے۔

کیسی بات ہے کہ ایک ہی انجام۔ آپ نے دیکھا کہ بات جن چیزوں سے شروع ہوتی ہے اُنہی پہ ختم ہوتی ہے۔ تو یہ تھی قومِ مدین۔ دولت مند، سُپر پاور، انکے دماغ چلتے تھے، اتنا اوپر جا رہے تھے اور جب گرے تو ایسے تھا کہ جیسے کچھ تھے ہی نہیں۔ قومِ ثمود کا بھی ذکر آ گیا کیوں کہ اُن پر بھی زلزلہ آیا تھا اور آسمان سے چیخ تھی۔ یہ بھی پہاڑوں میں مضبوط گھر بناتے تھے۔ جب عذاب آیا تو اللہ نے ایسے کر دیا جیسے بستے ہی نہیں تھے۔ ہم سب کے لیئے اس میں کیا سبق ہے۔ یہ ماضی کی بڑی بڑی قومیں تھیں جو نہیں رہیں۔ تو اگر آج اللہ کی مرضی کے خلاف اکنامیکل سسٹم بنانے والی قومیں پنپ رہی ہیں تو ان کا کیا انجام ہو گا۔ لفظ وَارْتَقِبُوْٓا ، رَقِبَ سے ہے۔ ر، ق، ب۔ قُب انتظار کرنے یا چوکس رہنے کو کہتے ہیں۔ کڑی نظر رکھنا۔ بُرائی کے وقت کا انتظار کرنے کے لیئے یہ لفظ آتا ہے۔ اسی سے لفظ رَقبا ہے۔ گردن کو کہتے ہیں۔ گردن آزاد کروانا، یہاں مُراد نگرانی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ شعیبؑ کو بہت دھمکیاں دیتے تھے لیکن خود میری رحمت سے دور ہوئے۔ اور اس کے بعد بالکل مختصر سا تذکرہ قومِ موسیٰ کا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے مختصر تذکرے پہ حیرت ہوتی ہے کیوں کہ قرآنِ پاک میں سب سے زیادہ تذکرہ حضرت موسیٰؑ کا ہے۔ اور کسی کا زیادہ تذکرہ ہونا اُس سے محبت کی علامت ہے۔ یہاں اصل میں صرف قومِ فرعون کا انجام ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٦﴾ اور موسیٰؑ کو ہم نے اپنی نشانیوں اور کھلی کھلی سند ماموریت کے ساتھ فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت کی طرف بھیجا۔

اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ‌ۚ وَمَاۤ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِيۡدٍ ﴿۹۷﴾

مگر انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم راستی پر نہ تھا۔

يَقۡدُمُ قَوۡمَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَاَوۡرَدَهُمُ النَّارَ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡوِرۡدُ الۡمَوۡرُوۡدُ ﴿۹۸﴾

قیامت کے روز وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہو گا اور اپنی پیشوائی میں انہیں دوزخ کی طرف لے جائے گا کیسی بدتر جائے وُرُود ہے یہ جس پر کوئی پہنچے!۔

الۡوِرۡدُ الۡمَوۡرُوۡدُ یہ ایک ہی لفظ ہے۔ وَرَدَ سے ہے۔ وارِد کہتے ہیں پانی پہ اُترنے والا اور وِرد کہتے ہیں پانی پر اُترنا۔ مورود، وِرد کی صفت ہے، تاکید کے لیئے آیا ہے۔ دینا میں بھی پانی میں ڈبویا گیا۔ اور قیامت کے دن بھی آگ کے عذاب کی طرف پہنچے گا۔ جانوروں کا کوئی گروہ ذہن میں لایئے، پانی پینے گھاٹ پہ آتے ہیں تو مالک آگے ہوتا ہے اور جانور پیچھے۔ پھر گھاٹ پہ آ کے اُنہیں چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح فرعون دنیا میں تو لوگوں کو دنیا کا پانی پلا رہا تھا لیکن حقیقت میں وہ جہنم کی آگ تھی۔

وَاُتۡبِعُوۡا فِىۡ هٰذِهٖ لَعۡنَةً وَّيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ؕ بِئۡسَ الرِّفۡدُ الۡمَرۡفُوۡدُ ﴿۹۹﴾

اور ان لوگوں پر دنیا میں بھی لعنت پڑی اور قیامت کے روز بھی پڑے گی کیسا برا صلہ ہے یہ جو کسی کو ملے!

اللہ اُکبر۔ وہ تو بہت سمجھدار بنتا تھا۔ وہ تو اپنے آپ کو کہتا تھا "تم میرے مثالی طریقے پر بات کرتے ہو"۔ سورۃ شوریٰ میں ہم پڑھیں گے۔ اللہ کہتے ہیں کہ فرعون کو نہ خود عقل تھی اور نہ ہی دوسروں کو دی۔ وہ کہتے ہیں نا کہ "خود تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے"

آنکھیں بند کر کے بُرے لوگوں کے پیچھے چلنے والے ایسے ہی کرتے ہیں۔ لفظ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ۔ رِفد عطیہ کو کہتے ہیں اور مرفود ، دی جانے والی بخشش۔ رِفد کی تاکید کے لیئے آیا ہے۔ قیامت کے دن فرعون خود بھی خالی ہاتھ آئے گا اور اُسکے پیروکار حسرت سے اُسے دیکھ رہے ہوں گے۔ اب یہاں اللہ تعالیٰ نبیوں کے قصوں کا اختتام کرتے ہوئے اپنے نبی کو کہتے ہیں؛

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ﴿۱۰۰﴾

یہ چند بستیوں کی سرگزشت ہے جو ہم تمہیں سنارہے ہیں ان میں سے بعض اب بھی کھڑی ہیں اور بعض کی فصل کٹ چکی ہے۔

کون سی قومیں قائم تھیں، مصر۔ آج بھی موجود ہے، اگرچہ فرعون کا کلچر موجود ہے۔ حَصِيْدٌ کہتے ہیں جڑ کٹی ہوئی۔ حَصَدَ سے۔ اُس کھیت کو کہتے ہیں جس کی فصل کٹ چکی ہو۔ ایسے کھیت کو اگر کبھی دیکھیں تو بڑی ویرانی محسوس ہوتی ہے۔ عذابِ استحصال کے بعد تباہ شدہ بستیوں کے لیئے حَصِيْد کا لفظ آیا ہے۔ ترقیوں کا کوئی نام و نشان نہیں رہا۔ کچھ کے آثار باقی رکھے اور کچھ کے نہیں رکھے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شداد نام کے شخص نے جو جنت بنائی تھی، سیٹلائٹ کے ذریعے اُسکے آثار دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اللہ نے زمین کے اندر ڈال دیا تھا تو سیٹلائٹ کے ذریعے دیکھ سکتے ہیں۔

قومِ ثمود کے آثار لوگ ڈھونڈ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ یہ سب کیوں ہوا؟

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا، انہوں نے آپ ہی اپنے اوپر ستم ڈھایا اور جب اللہ کا حکم آگیا تو ان کے وہ معبود جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے ان کے کچھ کام نہ آسکے اور انہوں نے ہلاکت و بربادی کے سوا انہیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

ہر قوم جو ڈوبی اُس نے کچھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ جب اللہ کی پکڑ آتی ہے تو اُس وقت کوئی دنیا والا نہیں بچا سکتا۔ تو یہ تھی قوموں کی کہانی۔

حدیثِ رسول ﷺ ہے "کہ قیامت کے دن آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے اُس نے محبت کی"۔

جو دنیا میں فرعون اور فرعونی کلچر سے محبت کرتے تھے قیامت کے دن اُسی کے پیچھے ہوں گے۔ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ امرا و القیس شعرا کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے اُن کو آگ کی طرف لیڈ کرے گا۔ آج دنیا میں جس کے پیچھے جائیں گے قیامت کے دن اُسی کے پیچھے ہوں گے۔

تو سبق بہت غور طلب بھی تھا اور عام فہم بھی تھا۔ ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ دین صرف کمرۂ امتحان میں آکے بیٹھنے اور پڑھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ دین زندگی پہ apply کرنے والی چیز ہے۔ جو لوگ اسکو نہیں پکڑتے اُنکی زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قابلِ رحم ہو جاتی ہے۔ آج تو چھوٹے چھوٹے عذاب ہیں۔ پچھلی قوموں کو تو ختم کر دیا جاتا تھا۔ آج چونکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا وقت نہیں آیا تو زندگیاں اجیرن کی ہوئی ہیں۔ آج پوری دنیا پہ ایک وحشت چھائی ہوئی ہے۔ دین سے تعلق ٹوٹے تو پیچھے ڈپریشن رہ جاتا ہے۔ بے برکتی ہوتی ہے اور بے برکتی کس چیز کی ہے، اللہ کی بات نہ ماننے کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں اچھے کام کرنے کا توفیق دے۔ آمین

مجھے جو بات سارے سبق میں اچھی لگی وہ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

میری تو توفیق ہی نہیں ہے اللہ کے حکم کے سوا۔ ہم مجبوریوں کو، وقت کو روتے رہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ توفیق ہی نہیں ملی۔ ہمیں اس بات پہ رونا چاہیئے کہ اے اللہ ہمیں نیکیوں کی توفیق کیوں نہیں ملی۔ اوراللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے۔ آمین